ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۴ شوال ۱۳۸۷ھ
۵ جنوری ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

درسِ حدیث

مالِ محمود اور مالِ مذموم

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
مرتبہ ــــــ محمود احمد عارف

دارالاسباب (دنیا) میں انسان کو وہ چیز بہت زیادہ محبوب ہوتی ہے جس کے ذریعہ اس کے سارے کام بآسانی ہوں۔ اور وہ مال و دولت ہے۔ دنیا کے سارے کام اس کے گرد گھومتے ہیں۔ اس کے ذریعہ تقریباً ہر کام بہت اور جلدی ہو جاتا ہے۔ دنیا میں تمام خواہشات اسی کے ذریعہ جلد پوری ہو جاتی ہیں۔ اس لئے انسان کو اس (مال و دولت) سے بہت محبت ہوتی ہے۔ ہر وقت اس کے کمانے اور جمع کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔ مال فی نفسہٖ بری چیز نہیں۔ اس کا استعمال جیسے ہوگا ویسے ہی اس کا حکم ہوگا اگر دولت خدمت اسلام کے لئے استعمال ہو تو پھر یہ بری چیز نہیں بلکہ مبارک اور محمود ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ وغیرہ حضرات کے اموال جو اسلام ہی کے لئے خرچ ہوئے اور انہوں نے اس کے ذریعہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔

ہاں اگر مال کا استعمال غلط طرح ہو مثلاً شراب نوشی، رشوت، زنا کاری اور دیگر ناجائز امور پر اور اس میں سے زکوٰۃ نہ ادا کی جائے، مستحقین کی امداد نہ کی جائے، پڑوسیوں کا خیال نہ رکھا جائے، امانت واپس نہ کی جائے۔ غرضیکہ ناجائز طرح سے کمایا جائے اور ناجائز طرح سے خرچ کیا جائے تو ایسا مال وبال بن جاتا ہے۔ اور یہ تمام خرابیاں (بخل، خیانت وغیرہ) مال کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا انسان کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ مال کی محبت دل سے نکال دو۔ تاکہ وہ تمام خرابیاں جاتی رہیں جو مال کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

انسان کو اگر مال و دولت سے محبت ہو تو وہ مال غلط استعمال کرتا ہے۔ اور غلط ذرائع سے کماتا ہے اگر اس کو خدا اور رسولؐ سے حقیقی محبت ہو تو وہ مال خدا اور رسولؐ کے منشاء کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ اور خدا اور رسولؐ کے منشاء کے مطابق کماتا اور جمع کرتا ہے۔

آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس چیز سے روکا ہے وہ مال کی محبت ہے۔ مال کمانے سے نہیں منع فرمایا بلکہ کمانے کے جائز طریقے خود بتلائے ہیں۔ بعثت سے پہلے آپ خود بھی تجارت فرماتے رہے اور بڑا نفع حاصل کیا۔

جو روایت آج بیان کرنی تھی یہ اس کی تمہید ہوئی۔ روایت میں ارشاد ہے:۔

یقول العبد مالی مالی یعنی بندہ کہتا ہے کہ یہ مال میرا ہے یہ مال میرا ہے۔ و ان مالہ من مالہ ثلث۔ حالانکہ جو کچھ اسے حاصل ہے اس میں سے اس کا صرف تین طرح کا مال ہے (۱) ما اکل فافنی۔ یعنی جو کھائے اور اسے فنا کر دے۔ فنا کا مطلب یہ ہے کہ صرف کھایا ہی نہیں بلکہ ہضم بھی کر لیا۔ اور جو کھایا نہیں یا کھایا تو ہے مگر اسے ہضم نہیں کر سکا تو یہ مال اس کا نہیں (۲) او لبس فابلی۔ یا پہنے اور پہن کر پرانا کر دے۔ یہاں بھی پرانے کرنے کا مطلب یہی ہے کہ صرف پہننے سے اس کا مال نہیں بن جاتا۔ بلکہ پرانا کرنے سے۔ اگر کوئی نیا کپڑا پہن لے تو جب تک وہ پرانا اور فنا نہ ہو اس کا نہیں کہلایا جا سکتا۔ معلوم نہیں کہ یہ کپڑا وہ خود اتارے گا یا دوسرے اتاریں گے یعنی یہ خبر نہیں کہ وہ اس کپڑے کے ختم ہونے تک زندہ بھی رہے گا یا پہلے ہی وفات پا جائے گا۔ ہاں اگر پہننے پہنتے اس کے پاس ہی پرانا ہو گیا تو پھر یہ واقعی اس کا مال تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچی ام خالد لائی گئی۔ اس کے سر پر دوپٹہ تھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو دعا دی کہ پرانا کرتی رہے پرانا کرتی رہے۔ یعنی کپڑے پرانے کرتی چلی جائے۔ مقصد یہ ہے کہ تو زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔

آگے ارشاد ہے: او اعطی فاقتنیٰ یا خدا کی راہ میں دے دے اور ذخیرہ بنا دے جو اسے آخرت میں کام آئے۔

پھر فرمایا:۔

وما سوی ذالک فھو ذاھب وتارکہ للناس یعنی جو کچھ ان تین کے سوا ہے تو اس کا یہ حال ہے کہ یہ شخص تو چلا جائے گا اور جو جمع کیا ہے وہ لوگوں کے لئے چھوڑ جائے گا۔ گویا صرف تین طرح کا مال حقیقتاً اس کا ہے اور اسے وہ اپنا مال کہہ سکتا ہے:

۱۔ جو کھا کر ہضم کرے۔

۲۔ جو پہن کر پرانا کرے۔

۳۔ جو خدا کی راہ میں صرف کر دے۔ اور پھر نام نہ لے بلکہ اُسے خزانہ کی طرح چھپا کر اپنے اور خدا کے درمیان رکھے ــــــ ان تین طرح کے علاوہ مال کو دوسرے لوگ خرچ کریں گے وہ چھوڑ کر چلا جائے گا

ایک روز یہی بات نہایت خوبصورتی سے سمجھانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا۔ جس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔

فرمایا۔ ایکم مال وارثہ احب الیہ من مالہ۔ یعنی تم میں سے کون ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ (یعنی یہ چاہتا ہو کہ میرے پاس مال نہ ہو اور وارث کے پاس ہو) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا قالوا یا رسول اللہ مامنا احد الا مالہ احب الیہ من مال وارثہ یعنی ہم میں تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو۔ آپ نے فرمایا۔ قال فان مالہ ما قدم و مال وارثہ ما اخر۔ فرمایا کہ اپنا مال تو وہ ہے جو پہلے بھیج دے اور اپنے وارث کا مال وہ ہے جو بعد کے لئے چھوڑ جائے۔

مراد یہ ہے کہ جسے اپنے مال سے

(باقی ص۱۴ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۴ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ بمطابق ۵ جنوری ۱۹۶۸ء | شمارہ ۳۵

عید مبارک

عید ہر سال آتی ہے اور گذر جاتی ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ ہماری عیدیں اپنے سچے استقبال سے ہر سال ہی محروم جاتی ہیں تو قطعی بے جا نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جوں جوں گزرتا چلا جاتا ہے اور ہم قرون اولیٰ سے دور ہوتے جا رہے ہیں اسلام کی سچی روح ہمارے قلوب سے نکلتی چلی جاتی ہے اور ہمارے دماغ فریب مادیت میں گرفتار ہو کر اسلام کی اعلیٰ و ارفع قدروں، حقیقی عظمتوں اور ابدی راحتوں سے بالکل بے بہرہ ہوتے جا رہے ہیں۔

عیدالفطر درحقیقت اس خوشی کا نام ہے جو ایک کلمہ گو اور صاحب ایمان مسلمان کو رمضان المبارک کا مکمل احترام کرتے، اس مقدس اور برکتوں والے مہینے کے بخیر و خوبی انجام پذیر ہونے اور اس کی حقیقی لذتوں اور نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کے ثمرہ میں میسر آتی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جب رمضان المبارک کی مقدس و بابرکت ساعتوں کو غفلت و بے توجہی سے ضائع کیا گیا ہو، اس عظمتوں والے مہینے کا پورا احترام ملحوظ نہ رکھا گیا ہو، روزوں کی باقاعدہ پابندی نہ کی گئی ہو اور تقویٰ و پارسائی کو شعار نہ بنایا گیا ہو تو عید کی حقیقی مسرتیں اور خوشیاں کیونکر مقدر ہو سکتی ہیں؟۔

آیئے! اس وقت جب کہ عید کی رسمی تیاریاں زوروں پر ہیں۔ ہم اپنے احوال و اعمال کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہم فی الواقعہ عید منانے کے مستحق بھی ہیں یا نہیں اور ہم اسے اُسی طرز اور انداز میں منائینگے بھی یا نہیں جس انداز میں منانے کے لئے ہمیں شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم دیا گیا ہے۔ پس اس سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا ہم نے رمضان المبارک کی مقدس ساعتیں کن مصروفیات میں گزاریں؟ ہمارے مشاغل ان دنوں میں کتاب و سنت کے مطابق تھے یا خلاف؟ ہم نے رمضان المبارک کا احترام کما حقہٗ کیا یا نہیں؟ ہمارے نفس بے حیائی، بد نظری، غیر اسلامی حرکات و سکنات اور دیگر خرافات سے بچے رہے یا ان بُرائیوں کا شکار ہوتے رہے؟ ہم نے اپنی زبانوں کو جھوٹ، غیبت اور دوسری معصیتوں سے محفوظ رکھا یا نہیں؟ اور اس کے علاوہ یہ بھی سوچنا ہوگا کہ ان مبارک ایام میں معاشرے کے کون کون سے گوشے برائیوں سے پاک ہو گئے اور ہم نے کن کن گوشہ ہائے حیات میں کتاب و سنت کے انوار سموئے اور کس حد تک صبر و شکر، مساوات و ہمدردی اور تقویٰ شعاری کی آبیاری کی اور ان اوصاف کو روز مرہ زندگی میں کہاں تک عام کیا؟ واضح ہے کہ معاشرے پر نظر ڈالنے کے بعد ان سب باتوں کے جواب میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ کسی خاص بندۂ خدا نے انفرادی طور پر اپنے مجاہدے اور ریاضت کی برکت سے روحانی ترقی حاصل کی ہو تو کی ہو، لیکن جہاں تک حیاتِ اجتماعی اور مجموعی مفاد کا تعلق ہے اس سمت میں ہم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھے اور رمضان المبارک سے قبل جس مقام پر تھے اب تک وہیں کھڑے ہیں۔ بے دینی، بے حیائی اور فواحش میں کوئی کمی نہیں ہوئی، شعائر اسلامی کی توہین رمضان المبارک میں برابر جاری رہی، جام و مینا کے دور بدستور چلتے رہے، ریستوران اور ہوٹل حسب معمول کاروبار کرتے رہے، عوام سرِ بازار کھاتے پیتے اور سگریٹ نوشی کرتے رہے۔ سینما گھروں اور تھیٹروں پر کوئی پابندی نہ لگی اور بلا کھٹکے رمضان المبارک کی بے حرمتی ہوتی رہی اور ایسا محسوس ہوتا رہا کہ جیسے شیطانوں کے قید ہو جانے کی وجہ سے انسان نما شیطانوں نے ان کا منصب سنبھال لیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود عوام و حکام ٹس سے مس نہ ہوئے اور نہ ان کے کانوں پر کوئی جوں رینگی۔ جس کے لئے ہمارے خیال میں عوام و حکام سب ہی اللہ کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ اب بدیہی امر ہے کہ ان حالات میں عید حقیقی معنوں میں عید کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نزدیک تو عید اُسی دن ہو گی جب اس مملکتِ خدا داد میں قوانین کتاب و سنت کے نفاذ کا مژدۂ جانفزا ملے گا صحیح اسلامی معاشرہ برپا ہوگا اور ہم حکومت کو اس پر ہدیۂ تبریک پیش کر سکیں گے۔

ان گزارشات کے بعد ہم اپنے محبوب وطن کے تمام باشندوں کو رسمی عید مبارک پیش کرتے ہیں اور عید منانے کا وہ طریقہ عرض کرتے ہیں جو شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص عیدالفطر کی رات کو ذکر و عبادت اور اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے ساتھ زندہ رکھے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے دل کو غفلت کی موت سے بچائے گا۔ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ ہر عبادت اور ہر فریضہ کی ادائیگی کی توفیق اللہ تعالیٰ کی عنایت پر موقوف ہے اس لئے ہر عبادت اور فریضہ بجا لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ اس عقیدہ کے تحت رمضان المبارک کے روزے چونکہ خاص توفیق ایزدی کے ساتھ رکھے جاتے ہیں اس لئے حق تعالیٰ سبحانہٗ کا انفرادی اور اجتماعی ہر دو صورتوں میں شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ عید کی رات میں انفرادی شکریہ کا طریقہ یہ ہے کہ نوافل پڑھے جائیں اور خدا کی عبادت کے لئے رات بھر جاگا جائے اور عید کے دن میں اجتماعی شکریہ کا طریقہ یہ ہے کہ تمام مسلمان عیدگاہ میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجا لائیں، اس کی عظمت اور اسلامی ڈسپلن اور جماعتی زندگی کا مظاہرہ کریں اور ایک امام کے پیچھے جمع ہو کر چھ

باقی صفحہ ۱۴ پر



۲۶ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء

قرآن و حدیث کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے

اس لئے

کتاب و سنّت کی روشنی قیامت تک باقی رہے گی!

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۵ (پ ۱۴ س الحجر ع ۱ آیت ۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یاد رکھو! اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جس شان اور جس ہئیات سے وہ اترا اسے بدون ایک شوشہ یا زیر زبر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا۔ اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ و مصئون رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے۔ زبان کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں پر قرآن کے صوری و معنوی اعجاز میں اصلاً ضعف و انحطاط محسوس نہ ہو گا۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا گم کر دینے میں ساعی ہوں گی لیکن اس کے ایک نقطہ کو گم نہ کر سکیں گی۔ حفاظتِ قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا۔ جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے۔ "میور" کہتا ہے "جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو"۔ ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔ واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا کیا جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منتہی عجائب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرزِ ادا کی، حافظوں نے اس کے الفاظ و عبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہو سکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی۔ حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ شمار کر ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جا سکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظِ قرآن کی موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو آٹھ دس سال کا پاکستانی یا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پُر ہے کس طرح فر فر سنا دیتا ہے پھر کسی مجلس میں ایک بڑے با وجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فروگذاشت ہو جائے تو ایک بچہ اس کو ٹوک دیتا ہے، چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں، ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر رہنے دیں۔ حفظ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام و اعتناء عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے اُسی کی طرف "وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ" فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قیامت تک قانون اسلام یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اب کسی کی مجال نہیں کہ اسے مٹا سکے۔ جو اسے مٹانے کی کوشش کرے گا خود حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لیجئے کہ خدا کا دین تا ابد زندہ رہے گا اور کتاب و سنت کی تعلیمات کبھی نابود نہیں ہو سکتیں کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدائے لایزال نے لے رکھا ہے۔

عملی نمونہ

محترم حضرات! اسلام کا قانون قرآن اور اس کا عملی نمونہ سنتِ نبی کریم علیہ السلام ہے۔ چنانچہ لازم ہوا کہ کتاب کے ساتھ اقوالِ نبی کریم علیہ السلام اور سنتِ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی حفاظت کی جاتی۔ کیونکہ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے ضروری تھا کہ اس کے الفاظ و معانی اور اس کے عملی نمونے کی بھی حفاظت کی جاتی۔ سو جس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنا کلام خود ہی نازل فرمانے کا ذمہ لیا۔ اسی طرح اس کے شرح و بیان کی ذمہ داری بھی خود ہی لی ـــ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ابتداءً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی ربانی کے الفاظ کو یاد رکھنے اور حافظے میں محفوظ رکھنے کے

لئے انہیں بار بار زبان سے ادا کرتے اور تکرار فرماتے۔ اس پر حق تعالیٰ سبحانہٗ نے فرمایا:

لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہٖ ۝ انّا علینا جمعہٗ و قرانہٗ ۝ فاذا قرانٰہ فاتّبع قرانہٗ ۝ ثمّ انّ علینا بیانہٗ ۝

ترجمہ: آپ (وحی کے ختم ہونے سے پہلے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے۔ تاکہ آپ اسے جلدی جلدی لیں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمّہ ہے۔ پھر جب ہم اس کی قرأت کر چکیں تو اس کی قرأت کا اتباع کیجئے۔ پھر بے شک اس کا کھول کر بیان کرنا ہمارے ذمّہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ نے اپنا قانون و کلام خود ہی نازل فرمانے کا ذمہ لیا کہ مخلوق خود ویسا جامع اور اٹل قانون بنانے پر قادر نہ تھی۔ اسی طرح اس قانون و کلام کی شرح اور اس کے بیان کی ذمہ داری بھی حق تعالےٰ سبحانہٗ نے خود ہی لے لی کیونکہ مخلوق بلا بتلائے اس کے ضمائر اور مخفیات و مرادات کو از خود پا لینے پر قادر نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ نزولِ وحی کے وقت اوّل اوّل رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے الفاظ کو یاد رکھنے کے لئے بار بار زبان سے رٹتے اور تکرار فرماتے تھے تاکہ ذہن میں وحی کے الفاظ جم جائیں۔ اس پر حق تعالےٰ سبحانہٗ نے تکرارِ لسان سے ان الفاظ میں روک دیا۔ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہٖ (اے پیغمبر! اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے اور جلدی نہ کیجئے) پھر قرأتِ حق کو محض سنتے رہنے کی ہدایت اس عنوان سے فرمائی کہ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہٗ (جب ہم اس قرآن کو پڑھیں تو آپ صرف سنتے رہیں) اس کے بعد ذمہ داری لی کہ انّ علینا جمعہٗ و قرانہٗ۔ (ہمارے ذمہ ہے آپ کے سینے میں اس قرآن کا جمع کر دینا اور آپ کی زبان سے اسے پڑھوا دینا) چنانچہ ظاہر ہے کہ یہ ذمہ داری وحی کے الفاظ کو سینۂ نبوی ؐ میں محفوظ کر دینے سے متعلق تھی۔ کیونکہ پیغمبر کی زبان کی حرکت اور قرأتِ حق نیز پیغمبر کا اسے سنتے رہنے کا تعلق الفاظ سے ہی ہو سکتا ہے معانی سے نہیں۔ کیونکہ معانی نہ رٹنے کی چیز ہے نہ قرأت کی اور نہ سننے کی۔ اس لئے وحی کے الفاظ کو بلا کم و کاست سینۂ نبوّت میں اتار دینے اور محفوظ کر دینے کی ذمہ داری تو اس آیت سے ثابت ہوگئی اور اس کے بعد الفاظِ وحی کے معانی و مطالب کا درجہ تھا تو انہیں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ حق تعالےٰ سبحانہٗ نے اسے بھی اپنے ذمہ لیا اور فرمایا ثمّ انّ علینا بیانہٗ پھر اس قرآن کا بیان بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ بیان اُس قرأت کے سوا ہی کوئی چیز ہے جس کا ذمہ اس آیت کے پہلے ٹکڑے میں لیا گیا تھا ورنہ اس دوسرے ٹکڑے کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔ مزید برآں الفاظ کے سنا دینے کو قرأت کہتے ہیں بیان کہتے ہی نہیں۔ بیان درحقیقت کسی مخفی یا مبہم یا غیر معلوم بیانات کے کھول دینے کو کہتے ہیں جو علم میں نہ ہو۔ غرضیکہ

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے صرف کتاب اللہ ہی کی حفاظت اپنے ذمہ نہیں لی بلکہ وحیٔ الٰہی جمع کرنے، اسے سینۂ نبوی ؐ میں اتارنے، کتاب اللہ پڑھانے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جاری کرنے اور وضاحت کرنے کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لی ہے۔ ظاہر ہے بیان کا لفظ معانی و مطالب کی توضیح کے لئے لایا گیا اور اسے ہی حدیث و سنت کا نام دیا جاتا ہے اور قرآن عزیز کی تفسیر و تشریح اور عملی نمونہ ہے۔ چنانچہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح کتاب اللہ باقی رہے گی اسی طرح سنتِ رسول اللہ اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی باقی رہے گی پس دنیا کی کوئی قوت کتاب و سنت کی روشنی کو ہرگز ہرگز ختم نہیں کر سکتی کیونکہ ساری کائنات کا خالق و مالک اور کارخانۂ ہستی کا چلانے والا قادرِ مطلق خدا خود ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔

حفاظت کا کمال

پھر خداوند قدوس نے نہ صرف کتاب و سنت کی حفاظت کی ہے بلکہ ان اشخاص کی بھی زندگیاں محفوظ کرا دی ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول یا فعل کو بیان کیا ہے چنانچہ ڈاکٹر سپرنگر جو لائف آف محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مصنف ہے۔ یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ "کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گذری، نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔"

پس یہ حفاظت کا کمال نہیں تو اور کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام اور اس کے عملی پیکر جناب پیغمبر علیہ السلام کی اور نہ صرف اپنے پیغمبر کی بلکہ ہر اُس شخص کی جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے تھا ایسی حفاظت فرمائی ہے کہ ایک عالم مایۂ حیرت ہے اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال بیان کرنے والے راویوں کے نام و نشان، اخلاق و عادات اور تاریخ قیدِ تحریر میں آ گئی ہے۔

بہرحال مقصودِ بیان یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جس طرح کلام اللہ کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے اسی طرح اس کے معانی و تشریح اور وضاحت کی ذمہ داری بھی اسی کے ذمہ ہے اور اس لئے کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی حدیث کی بھی حفاظت ہوتی رہے گی۔ اور دنیا کی کوئی قوت اسے مٹا نہیں سکتی بلکہ جو کتاب و سنت کے منہ آئیں گے وہ خود ہی مٹ جائیں گے چونکہ سنت اللہ ہی یہی ہے

سابقہ امتوں کی مثالیں

تاریخ شاہد ہے اور کلام الٰہی پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے کہ جن سابقہ امتوں یا قوموں نے اپنے وقت کے انبیاء، کتب سماوی یا صحائفِ آسمانی کی مخالفت کی اور دینِ خداوندی میں ترمیم و تنسیخ کی صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں اور ذلت و نامرادی اُن کے لئے مقدر ہو گئی

قومِ نوحؑ نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان پر ٹھٹھا کیا تو تاریخ شہادت دیتی ہے اور قرآن عزیز میں وضاحت کے ساتھ یہ عبرت انگیز واقعہ مذکور ہے کہ خداوند لایزال کا غضب جوش میں آ گیا اور قدرتِ خداوندی پکار اٹھی۔ بے شک وہ غرق

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

از: حضرت شیخ التفسیر سیدنا و مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے لاہور

ع: نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں!

۲۰ر دسمبر ۱۹۵۱ء

طالبِ دنیا اور طالبِ مولیٰ

دنیا میں دو قسم کے انسان ہیں۔ ایک دنیا کے طالب اور دوسرے اللہ کے طالب۔ دنیا کے طالب کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد، اللہ کے طالب کی دنیا بھی آباد اور آخرت بھی آباد۔ دنیا کے طالب کی زندگی تلخ گذرتی ہے اور اللہ کے طالب کی زندگی سوہنی گذرتی ہے۔ یہ قرآن کا اعلان ہے کہ جو نیک عمل کرتا ہے، اور نیک عمل وہ ہے جس میں اللہ کی رضا پائی جائے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تو اسے ضرور ضرور سوہنی زندگی دنیا میں گذارنے کا موقع دیا جائے گا اور آخرت میں بہترین اجر دیا جائے گا۔ اور جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑتے ہیں، اُن کے لئے دنیا کی زندگی تنگ کر دی جاتی ہے۔

سوہنی زندگی سے مراد کوٹھی اور موٹر نہیں۔ اگر ایک لاکھ کی کوٹھی ہو اور ساٹھ ہزار کی موٹر، بیوی، بچے اور سارا سامان حاصل ہو لیکن جان خوش نہ ہو، تپ دق کا مریض ہو، تو وہ سارا سامان کس کام کا؟ جان خوش تو جہان خوش۔ سوہنی زندگی انہیں ملتی ہے جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اُن کے گھر میں برکت ہوتی ہے اور جہاں برکت ہو وہاں تین چیزیں ہوتی ہیں (۱) ضرورتیں سب پوری ہو جاتی ہیں۔ آمدنی کی کمی بیشی سے بحث نہیں (۲) دلوں میں چین ہوتا ہے (۳) آپس میں الفت و محبت ہوتی ہے اور جہاں بے برکتی ہو وہاں یہ تینوں چیزیں نہیں ہوتیں۔ آمدنی جتنی بھی ہو ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ دلوں میں چین نہیں ہوتا اور آپس میں الفت و محبت نہیں ہوتی۔ ایک دوسرے سے بدگمانی لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا اعلان سچا ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (۶: ۱۱۶)

کوئی مالدار آدمی ہو، لیکن بے دین ہو، تو اس کے دل میں چین نہیں ہوگا۔ چھلنی میں چھید کم ہوں گے لیکن اس کے دل میں غموں کے چھید زیادہ ہوں گے۔

دنیا کی زندگی تو مرنے سے پہلے ہے لیکن آخرت کی زندگی قبر سے شروع ہو جاتی ہے۔ طالبِ دنیا کی قبر جہنم بن جاتی ہے اور طالبِ مولیٰ کی قبر جنت بنتی ہے۔ اولیاء کا مقولہ ہے کہ طالب الدّنیا مؤنّثٌ، طالب العقبیٰ مخنّثٌ، طالب المولیٰ مذکّرٌ۔ دنیا کا ساز و سامان چاہنے والے عورتیں ہیں مرد نہیں ہیں۔ جنت کی خاطر عبادت کرنے والے بھی مرد نہیں ہیں ہجڑے ہیں۔ مولیٰ کی رضا چاہنے والے مرد ہیں۔ رضائے مولیٰ بر ہمہ اولیٰ۔

رضائے الٰہی کا پتہ تصادم کے وقت لگتا ہے۔ اگر اللہ کی یاد کو ترجیح دی تو وہ طالبِ مولیٰ ہے اگر دنیا کے کاموں کو ترجیح دی تو طالبِ دنیا ہے۔ کشش سے بھی پتہ لگتا ہے — اگر کام کاج کے بعد کشش نیکی کے مراکز کی طرف ہے تو وہ طالبِ مولیٰ ہے۔ اگر دنیا کی مجلسوں کی طرف ہے تو طالبِ دنیا ہے۔ کام کاج کے لئے مجبوراً جانا پڑتا ہے۔ لیکن جیسے پاخانے میں قضائے حاجت کے لئے جاتے ہیں اور رفعِ حاجت کے بعد فوراً آ جاتے ہیں۔ اسی طرح کام کاج کے بعد فوراً اللہ کی یاد میں لگ جانا چاہیئے۔

ضلع سیالکوٹ کے ایک حکیم صاحب نے اللہ کا ذکر سیکھا۔ اور پھر کچھ عرصے کے بعد کہا کہ فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا بیوی نماز پڑھتی ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا۔ مار یہیں سے پڑ رہی ہے — بے نماز بیوی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کھانے کا اثر ہے۔ میاں بیوی دونوں یادِ الٰہی کرنے والے ہوں برکت تب آتی ہے ورنہ ایک مچھلی جل کو گندا کر دیتی ہے۔

پنجاب کے ایک نواب ہیں انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب! نیک کام کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن توفیق نہیں ہوتی۔ میں نے کہا ایک تو تمہارے مال میں حلال کے ساتھ حرام بھی ملا ہوا ہے۔ دوسرے بے نمازوں کے ہاتھ سے کھانا پک کر آتا ہے، اور تیسرے کافروں اور مشرکوں سے یاری ہے — یہ تقسیمِ ملک سے پہلے کا واقعہ ہے۔

بہاولپور میں ایک بزرگ تھے جنگل میں جھگی بنائی ہوئی تھی۔ میں اُن کے پاس گیا۔ پانی مانگا۔ مٹی کے گھڑے سے مٹی کے پیالے میں پانی دیا۔ آج تک اس کی لذت نہیں بھولی۔ اور ایک دفعہ ایک نواب کے ہاں مجبوراً چند لقمے کھانے پڑے۔ اس کی بے لذتی بھی یاد ہے پتہ نہیں وہ کھانا تھا یا کیا تھا۔

بقیہ: زکوٰۃ

وہ سب کی سب عشری ہی شمار ہوں گی۔

۹۔ گورنمنٹ کو مالگذاری ادا کر دینے سے عشر ادا نہیں ہوتا۔ جس طرح انکم ٹیکس دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

۱۰۔ لہسن۔ چری۔ جوار وغیرہ جو گھاس جانوروں کو کھلانے کے لئے بوئی جاتی ہے اس میں بھی عشر واجب ہے، یا تو عشر کے مطابق چھوڑ دی جائے یا کل کی قیمت لگا کر عشر کے مطابق قیمت ادا کر دی جائے۔

۱۱۔ جو زمین غیر مسلم سے خرید کی گئی ہو وہ خراجی کہلاتی ہے اس پر عشر واجب نہیں ہوتا بلکہ جو خراجی (مالگذاری) گورنمنٹ نے مقرر کر رکھا ہے صرف وہی ادا کرنا پڑتا ہے۔

برادرانِ اسلام! صحیح معنوں میں زکوٰۃ نکالنے میں ہم لوگ بہت کوتاہی کرتے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ خداوندِ قدوس ہم سب کو ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(ماخوذ)

محمد شفیع عمرالدین (میرپور خاص)

نیکوکاروں کی جماعت میں داخلہ بڑی فضیلت ہے

گر قدرِ خود بدانی قربت فزوں شود
نیکو نہاد باش کہ پاکیزہ جوہری
(سعدیؒ)

ہم پنجگانہ فرض نمازوں کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں منجملہ دیگر درخواستوں کے یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا یعنی صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ہ (فاتحہ - ۵) ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

انعام یافتہ گروہ کی نشان دہی اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے:۔

(النساء - آیت ۹۶) ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہو تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانی رح

نبی وہ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے وحی آتی یعنی فرشتہ ظاہر میں آکر پیغام کہہ جاتا۔

اور صدیق وہ کہ جو پیغام اور احکام خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو آتے ان کا جی آپ ہی ان پر گواہی دے اور بلا دلیل اس کی تصدیق کرے۔

اور شہید وہ کہ پیغمبروں کے حکم پر جان دینے کو حاضر ہیں۔

اور صالح اور نیک بخت وہ کہ جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے اور بری باتوں سے اپنے نفس اور بدن کی اصلاح اور صفائی کر چکے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ چار قسمیں مذکورہ امت کے باقی افراد سے افضل ہیں۔ ان کے ماسوا جو مسلمان ہیں اور درجہ میں ان کے برابر نہیں لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری میں مشغول ہیں وہ لوگ بھی انہی کی شمار اور ذیل میں لئے جائیں گے۔ اور ان حضرات کی رفاقت بہت ہی خوبی اور فضیلت کی بات ہے اس کو کوئی حقیر نہ سمجھے۔

فائدہ:۔ اس آیت میں اشارہ ہو گیا کہ منافقین جن کا ذکر پہلے سے ہو رہا ہے وہ اس رفاقت اور معیت سے محروم ہیں۔

صالحین کی جماعت میں شمولیت کے لئے ایمان لانا اور اعمال صالحہ بجا لانے لازمی ہیں۔

۱- (سورہ عنکبوت - آیت ۹) ترجمہ:۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور کام اچھے کئے ہم انہیں ضرور نیک بندوں میں شامل کریں گے۔

ایمان کی حقیقت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور تقدیر پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین ہو۔

اعمال صالحہ جن کا بجا لانا ضروری ہے وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں اور جن باتوں سے روکا گیا ہے کہ وہ فاسد اور غیر صالحہ اعمال ہیں۔ صالحین کی جماعت میں داخلہ کے امیدوار کے لئے ضروری ہے کہ ایمان کے بعد شرعی اوامر و نواہی کو اپنی روزمرہ کی زندگی کا دستورالعمل بنائے۔

اعمال صالحہ میں سے بدرجہ اولیٰ اسلامی ارکان پنجگانہ کا بجا لانا فرض ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور آخری رسول ہیں۔ (۲) سب ارکان بجا لا کر پنجوقتہ نماز با جماعت مسجد میں ادا کرتے رہنا (۳) صاحب نصاب (جس کا مفصل بیان فقہ کی کتابوں میں موجود ہے) ہونے کی حالت میں مقررہ زکوٰۃ کا ادا کرنا (۴) صاحب استطاعت کو عمر میں ایک بار حج کرنا (۵) رمضان شریف کے مہینے کے روزے رکھنا۔

۲- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل کتاب جو ایمان لے آئے وہ صالحین کی جماعت میں داخل ہیں۔ ان کے اوصاف حمیدہ یہ ہیں:۔

(سورہ آل عمران - آیت ۱۱۳-۱۱۴) ترجمہ - وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں سے ایک فرقہ سیدھی راہ پر ہے۔ وہ رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں، اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں۔ اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔

حاصل یہ نکلا۔ کہ (۱) وہ دین اسلام کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں (۲) رات کے وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں (۳) اور نماز بھی پڑھتے ہیں (۴) انہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر پورا یقین ہے۔ (۵) وہ خود نیک کام کرتے ہیں اور دوسروں کو نیک کام بتلاتے ہیں (۶) غیر شرعی باتیں جو سب بری ہیں ان سے خود رکے رہتے اور دوسروں کو بھی روکتے رہتے ہیں (۷) وہ نیکی کے کاموں میں بڑی گرمجوشی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں۔ ان کی تگ و دو نیکی کے کاموں کی طرف مسلسل جاری رہتی ہے اور غیر شرعی گندی اور بری باتوں کی طرف ان کا قدم نہیں اٹھتا (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ)

نیز نیکوکاروں کو اللہ تعالیٰ کی حمایت اور مدد حاصل ہے۔ یہ بات ان کے لئے نہایت ہی خوش نصیبی کی علامت ہے:۔

(سورہ الاعراف آیت ۱۹۷) ترجمہ - بیشک میرا حمایتی اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہ نیکوکاروں کی حمایت کرتا ہے۔

جنہیں اللہ تعالیٰ کی حمایت حاصل ہو، انہیں وہ شک و شبہ، کفر و شرک اور جہالت و ضلالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان، توحید اور نور حق کی طرف لاتا ہے:۔

(سورۂ البقرہ آیت ۵۲۷) ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ اگر ہم نے بدقسمتی سے دین اسلام سے منہ موڑ کر یہود و نصاریٰ

کی باطل آرزوؤں اور خواہشوں پر چل پڑے تو ہم اللہ تعالےٰ کی یہ حمایت کھو بیٹھیں گے۔

(سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۲۰) ترجمہ: اور تم سے یہود اور نصاریٰ ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تم ان کے دین کی پیروی نہیں کروگے۔ کہہ دو بےشک ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے۔ اور اگر تم نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی اس کے بعد جو تمہارے پاس علم آچکا تو تمہارے لئے اللہ کے ہاں کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

یعنی یہود اور نصاریٰ کو امرِ حق سے سروکار نہیں۔ اپنی ضد پر اڑ رہے ہیں۔ وہ کبھی تمہارا دین قبول نہ کریں گے۔ بالفرض اگر تم اُن کے تابع ہو جاؤ تو خوش ہو جاویں گے۔ اور یہ ممکن نہیں۔ تو اب ان سے موافقت کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔

یعنی ہر زمانہ میں معتبر وہی ہدایت ہے جو اس زمانہ کا نبی لائے۔ سو اب وہ طریقۂ اسلام ہے نہ طریقۂ یہود و نصاریٰ۔

یہ بات بطریق فرض ہے یعنی فی الفرض اگر آپ ایسا کریں تو قہرِ الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یا منظور تنبیہ ہے امت کو کہ اگر کوئی مسلمان ہو کر قرآن کو سمجھ کر دین سے پھرے گا تو اس کو عذاب سے کوئی نہ چھڑا سکے گا۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ چار روزہ زندگی کی مہلت کی قدر کریں۔ عذابِ اُخروی سے چھٹکارے کی فکر کریں، نیک بنیں۔ تاکہ کل قیامت کے دن حسرت کا سامنا نہ ہو۔

سورۃ المنٰفقون۔ آیت ۱۰) ترجمہ: اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس سے پہلے کہ کسی کو تم سے موت آجائے، تو کہے۔ اے میرے رب! تُو نے مجھے تھوڑی مدت کے لیے ڈھیل کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔

مگر یہ تمنّا پوری نہ ہوگی، اللہ تعالےٰ ڈھیل ہرگز نہ دے گا۔

(سورۃ المنٰفقون۔ آیت ۱۱) ترجمہ: اور اللہ کسی نفس کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کی اجل آجائے گی۔

لہٰذا آئندہ آنے والے کٹھن وقت کا خیال رکھو۔

(سورۃ ھود۔ آیت ۱ تا ۴) ترجمہ: یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی آیتیں حکیم خبردار کی طرف سے مستحکم کر دی گئی ہیں۔ پھر مفصّل بیان کی گئی ہیں۔ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو — میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں، اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو تاکہ تمہیں ایک وقت مقررہ تک اچھا فائدہ پہنچائے۔ اور جس نے بڑھ کر نیکی کی ہو اس کو بڑھ کر بدلہ دے۔ اگر تم پھر جاؤ گے تو میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تمہیں اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یا اللہ! ہمیں اپنے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں کفر و شرک سے پناہ میں رکھ، اپنا عبادت گذار بندہ بنا ہماری توبہ قبول فرما اور نیکو کاروں کی جماعت میں ہمیں داخل فرما۔ آمین!

اے شہیدو! غازیو! تم کو سلام!

ہادی حسین شاہد چاندپوری، لاہور چھاؤنی

مثلِ خورشیدِ فلک رخشندہ ہو! | قلبِ مومن کی طرح تابندہ ہو
موت سمجھی مر گئے تم زندہ ہو | زندہ و تابندہ و پابندہ ہو

کشتۂ ہائے جذب و سرمستی ہو تم
سرخیٔ افسانۂ ہستی ہو تم

تم نے سرِ باطل کا نیچا کر دیا | عظمتِ ملّت کا چرچا کر دیا
حملۂ دشمن کو پسپا کر دیا | کفر کی طاقت کو رسوا کر دیا

دھوم دنیا میں ہے اس انداز سے
پھر ممولہ لڑ گیا شہباز سے

تم ہو رکھوالے وطن کی شان کے | غیر قائل ہیں تمہاری آن کے
سامنے آئے جو سینہ تان کے | پڑ گئے لالے انہیں خود جان کے

برہمن زادوں کا غرّہ ڈھ گیا
کثرت و قلّت کا افسوں رہ گیا

تم سے قائم شوکت و شانِ وطن | تم سے ہیں خائف حریفانِ وطن
ہے تمہاری داستاں شانِ وطن | تم ہو نورِ رنگِ گلستانِ وطن

تم سے قائم ہے صداقت کا نظام
اے شہیدو! غازیو! تم کو سلام

ہو گئے ایمان والے سُرخرو | تا فلک پہنچی شمیمِ مشک بُو
پھر تنِ مُردہ میں دوڑ اٹھا لہو | آگئی پھر سے یداللّٰہی کی بُو

پھر مسلماں شیرِ یزداں بن گئے
خارزاروں کے گلستاں بن گئے

زکوٰۃ

قرآن و حدیث کی روشنی میں

(گذشتہ سے پیوستہ)

۵۸- زکوٰۃ کی رقم سے مسجد، مدرسہ، عید گاہ - لائبریری - کنواں - سبیل وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے - اسی طرح میت کا کفن دفن یا کسی ادارہ کے لئے فرنیچر - پٹائیاں - کتابیں وغیرہ زکوٰۃ کے مال سے خرید کر وقف نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ زکوٰۃ کی رقم پر مستحق کا قبضہ کرا کے اس کی ملکیت کرا دینا ضروری ہے -

۵۹- زکوٰۃ کی رقم سے کپڑا - کتابیں کمبل - لحاف وغیرہ خرید کر غریبوں میں تقسیم کرنا جائز ہے -

۶۰- اصول (ماں - باپ - دادا - دادی نانا - نانی وغیرہ) جس سے یہ پیدا ہوا ہے اور فروع (بیٹا - بیٹی - پوتا - پوتی - نواسہ - نواسی) جو اس سے پیدا ہوئے ہیں - ان کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے - بلکہ اگر یہ لوگ معذور - کم عمر یا محتاج ہوں تو میراث کے مطابق ان کا خرچہ ان کے عزیزوں پر واجب ہے - ان کے علاوہ باقی رشتہ داروں کو دینا جائز ہے جیسے بھائی - بہن - بھانجہ بھتیجہ - ماموں - چچا - سالا - خسر - ساس وغیرہ -

۶۱- شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی -

۶۲- اپنے رشتہ داروں کو زکوٰۃ کی رقم دینے میں ثواب زیادہ ہے کہ اس میں صلہ رحمی بھی ہے اور ادائیگی فریضہ بھی -

۶۳- سید اور غنی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے - اسی طرح حضرت علیؓ - حضرت عباسؓ - حضرت جعفرؓ - حضرت عقیلؓ - حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد کو بھی زکوٰۃ و صدقات واجبہ دینا جائز نہیں ہے بلکہ ان کی اعانت ہدایا سے کرنی چاہیئے -

۶۴- اپنے شہر اور اپنے وطن کے غرباء اور اقرباء دوسرے شہر والوں سے مقدم ہیں البتہ اگر دوسری جگہ والے زیادہ ضرورت مند ہوں تو پھر ان کو دینا بہتر ہے - ایسے ہی اگر علم دین میں لگے ہوئے ہوں اور ضرورت مند ہوں تو ان کی خدمت افضل ہے - ان کو دینے سے ثواب زیادہ ملتا ہے - اور مدارس عربیہ کے طلباء کو دینا بہت ہی مفید ہے -

۶۵- نابالغ بچہ کا باپ اگر مالدار ہو تو اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا خرچہ باپ کے ذمہ واجب ہے - البتہ اگر باپ غریب ہو مگر ماں مالدار ہو تو ایسے نابالغ بچہ کو بھی دینا جائز ہے - اس لئے کہ ماں پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے -

۶۶- دودھ پلائی ماں اور دودھ پلائی اولاد کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے - اس لئے کہ نہ ان کی میراث آپس میں تقسیم ہوتی ہے اور نہ ان کا خرچہ ایک دوسرے پر واجب ہوتا ہے -

۶۷- جس عورت کا مہر نصاب کے برابر یا نصاب شرعی سے زائد ہے - اور شوہر اس کا اس قابل ہے کہ مہر ادا کر سکتا ہے اور اس سے یہ توقع بھی ہے کہ جس وقت مانگا جائے گا فوراً مہر ادا کر دے گا تو ایسی عورت کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جا سکتی - البتہ اگر اس نے مہر معاف کر دیا ہے یا شوہر غریب ہے کہ مہر کی رقم ادا نہیں کر سکتا یا شوہر ہے تو امیر مگر مہر کی رقم نہیں دیتا تو ایسی عورت کو زکوٰۃ کی رقم دی جا سکتی ہے -

۶۸- اگر کسی نے ایک شخص کو زکوٰۃ کی رقم دے دی اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ رقم لینے والا سید تھا یا مالدار تھا - یا اندھیری رات میں تقسیم کی اور پھر معلوم ہوا کہ وہ رقم لینے والا اس کا کوئی عزیز تھا جس کو زکوٰۃ دینا جائز نہ تھا تو ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو گئی ہے - دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں ہے - البتہ لینے والا اگر مستحق نہیں ہے تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے تو لینے سے انکار کر دے اور اگر لے چکا ہے تو واپس کر دے -

۶۹- اگر بغیر تحقیق کے کسی کو زکوٰۃ دے دی تو یہ دیکھو کہ دل کا رجحان کس طرف ہے - اگر دل کا رجحان ان کے مستحق اور غریب ہونے کی طرف ہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر دل یہ گواہی دے کہ وہ مستحق نہیں ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی، دوبارہ ادا کی جائے -

۷۰- جو رقم منی آرڈر - چیک - ڈرافٹ بیمہ وغیرہ سے مستحق کو بھیجی جائے جس وقت وہ مستحق اس پر وصول کر کے قبضہ کر لے گا زکوٰۃ ادا ہو جائیگی - اگر راستہ میں گم ہو گئی تو زکوٰۃ دوبارہ دینا ہو گی -

۷۱- نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی - البتہ ان کی ملکیت کی زمین کی پیداوار سے عشر لیا جائے گا -

۷۲- اگر کسی نے اپنی رقم جمع کر رکھی ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہو سکتی ہے مگر اس کا خیال اس رقم سے رہنے کے لئے مکان خرید کرنے کا ہے یا کسی اولاد یا کسی عزیز کی شادی میں دینے کا ہو رہا ہے تو اگر اس رقم پر سال گذر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو گی جس وقت تک یہ رقم خرچ نہ ہو گی مالک کو ہر سال زکوٰۃ ادا کرنا ہو گی - بیوہ عورتیں اکثر اس میں تساہل کرتی ہیں اس کا سدِ باب ضروری ہے -

۷۳- زکوٰۃ قمری سال سے واجب ہوتی ہے اور عام طور پر تجارتی ادارے اپنا حساب کتاب شمسی سال سے رکھتے ہیں اور شمسی سال دس روز بڑا ہوتا ہے - اس لئے اوّل تو مسلمانوں کو اپنا حساب قمری ہی مہینوں سے رکھنا مستحب ہے - لیکن اگر انکم ٹیکس وغیرہ کے حسابات کی وجہ سے مشکل ہو تو پھر سال بھر کی زکوٰۃ کے ساتھ دس روز کی زکوٰۃ زائد نکالے - مثلاً اصل سرمایہ پر جو کچھ

نفع ایک سال میں ہوا ہے اس کو روزانہ نفع پر تقسیم کر کے دس دن کا نفع مزید اصل کے ساتھ شریک کر لیا جائے - پھر ۱/۴۰ حصہ زکوٰۃ دی جائے یا زکوٰۃ کی رقم میں تین فیصد بڑھا کر ادا کر دی جائے - امید ہے کہ اس طرح پر زکوٰۃ پوری پوری ادا ہو جائے گی - اگر احتیاطاً دو چار روپیہ زائد دے دے تو اور بھی بہتر ہے - مثلاً اگر سو روپے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ایک سو تین روپیہ ادا کریں -

۷۴ - اگر کسی کے مکان - زمین - باغ وغیرہ میں کوئی دفینہ نکل آوے تو اس میں سے ۱/۵ حصّہ (بیس فیصد) بیت المال میں جمع کرے - اور اگر شرعی بیت المال نہ ہو تو پھر مستحقین پر خیرات کرنا واجب ہے -

۷۵ - اگر کسی شخص نے غفلت کی وجہ سے چند سال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے اب گذشتہ غفلت اور عصیاں پر شرمندہ ہو کر توبہ کرتا ہے اور گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے مگر گذشتہ سالوں کا حساب بھی محفوظ نہیں ہے تو وہ شخص یہ کر سکتا ہے کہ کل رقم سے پہلے سال کی زکوٰۃ ادا کرے - اب جو باقی رہے اس میں سے دوسرے سال کی اسی طرح پہلے سال کی زکوٰۃ منہا کر کے باقی کی ادا کرتا جائے - انشاء اللہ کل سالوں کی ادا ہو جائے گی -

۷۶ - اگر کسی شخص کے پاس فقط ڈالر، پونڈ وغیرہ غیر ملکی سکے موجود ہیں تو اگر یہ سونے چاندی کے سکے ہیں تو ان کا وزن دیکھا جائے گا - اگر وزن کے اعتبار سے قابلِ زکوٰۃ ہوں گے تو زکوٰۃ واجب ہو گی -

۷۷ - کارخانوں کا وہ سامان جو فروخت ہونے والے مال کا جزء بن جاتا ہے مالِ تجارت ہے، اس کی قیمت پر تو زکوٰۃ فرض ہے اور جو سامان جزء نہیں بنتا اور نہ خود فروخت کیا جاتا ہے اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے -

جانوروں کی زکوٰۃ

مختلف علاقوں میں جانوروں کے جو گلے پالے جاتے ہیں، شریعت مطہرہ نے ان پر بھی سالانہ زکوٰۃ واجب کی ہے جس کی تفصیلات درج ذیل ہیں -

۷۸ - جنگلی جانوروں پر زکوٰۃ نہیں ہوتی صرف اونٹ - اونٹنی - گائے - بیل بھینس - بھینسا - بکرا - بکری - بھیڑ - بینڈھا دُنبہ - دُنبی - وہ شہری جانور جن کی قربانی جائز ہے ان کے گلوں پر سال گذر جانے کے بعد زکوٰۃ فرض ہے اور شریعت میں ان کو سائمہ کہتے ہیں -

۷۹ - جو جانور مخلوط النسل ہو اور گلے کے ساتھ شہر میں آ کر رات بسر کرتا ہو تو وہ اپنے ہم مثل شہری جانوروں میں شمار ہو گا - مثلاً اگر بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہو تو وہ بکریوں میں شمار کیا جائے گا - اور اگر گائے اور نیلہ سے پیدا ہو تو وہ گائے شمار کیا جائے گا - اور اگر اونٹنی اور زرافہ سے پیدا ہو تو اونٹوں میں شمار کیا جائے گا - بشرطیکہ وہ جنگلی نہ بن گیا ہو -

۸۰ - زکوٰۃ ان جانوروں پر فرض ہوتی ہے جو سال کا اکثر حصہ جنگل میں کھا پی کر گذارتے ہوں اور گھر پر کھڑا کر کے ان کو نہ کھلایا جائے -

۸۱ - اگر جانوروں کو گھر پر رکھ کر گھاس کھلائی جائے خواہ گھاس قیمتاً خریدی کی گئی ہو یا جنگل سے مفت لائی گئی ہو تو پھر جانور سائمہ شمار نہ ہوں گے اور ان پر زکوٰۃ فرض نہ ہو گی -

۸۲ - اگر نصف سال ان کو جنگل میں چراتے ہیں اور نصف سال گھر پر کھڑا کر کے کھلاتے ہیں تب بھی یہ جانور سائمہ نہیں کہلائے گا اور زکوٰۃ فرض نہ ہو گی -

۸۳ - جانوروں کا یہ گلہ دودھ کے لئے یا نسل بڑھانے کے لئے ہونا چاہیئے تب سائمہ شمار ہو گا - اگر سواری کے لئے یا مہمانوں کی دعوت کے لئے پال رکھے ہوں تو سائمہ شمار نہ ہوں گے -

۸۴ - سائمہ جانوروں میں سے جو درمیان سال میں فروخت کر دیئے گئے ہیں سال کے آخر میں زکوٰۃ نکالتے وقت ان کی گنتی نہ ہو گی - بلکہ یہ رقم سونے چاندی کے نصاب میں شریک کر لی جائے گی -

۸۵ - اگر سائمہ جانوروں میں صرف بچے ہی بچے ہوں - ایسے بڑے نہ ہوں جن سے نسل کشی ہو سکتی ہے تو پھر چھوٹے چھوٹے بچوں پر زکوٰۃ عائد نہ ہو گی - البتہ اگر ایک جانور بھی نر یا مادہ ان کے ساتھ نسل کشی کے قابل ہو گا تو پھر سب پر زکوٰۃ عائد کی جائے گی - اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائے گا اور اگر وہ بڑا مر جائے تو پھر ان چھوٹوں سے بھی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی -

۸۶ - اگر کسی کے پاس بھیڑ - بکری دنبہ وغیرہ مختلف جانور موجود ہیں - اگر ہر قسم کے جانور علیحدہ علیحدہ قابلِ زکوٰۃ ہیں تو علیحدہ علیحدہ زکوٰۃ کے جانور دیئے جائیں گے اور اگر علیحدہ علیحدہ تعداد ہو تو قابل زکوٰۃ نہیں ہے - مگر کل ملا کر اس تعداد کو پہنچ جاتے ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو جو جانور اکثریت میں ہوں گے ان میں سے زکوٰۃ کا جانور دیا جائے گا اور اگر دونوں برابر ہوں تو اس کو اختیار ہے جس میں سے چاہے دیدے مگر جو جانور زکوٰۃ میں دیا جائے وہ اپنی نسل میں سب سے عمدہ اور قیمتی ہو (اگرچہ کم قیمت والی نسل سے دے رہا ہو) یہی گائے اور بھینس کا بھی حکم ہے -

سائمہ جانوروں کی قیمت کا شریعت میں اعتبار نہیں ہوتا بلکہ ان کی ذات پر نصاب عائد ہوتا ہے - جس کی مختصر تشریح درج ذیل ہے -

اونٹوں کی زکوٰۃ کا نصاب شرعی

۸۷ - اگر کسی کے گلہ میں صرف چار اونٹ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے - جس وقت پانچ اونٹ ہو جائیں گے چاہے سب بڑے بڑے ہوں چاہے چھوٹے چھوٹے - چاہے صرف نر ہوں چاہے صرف مادہ - پانچ پورے ہو جانے کے بعد سال ختم پر زکوٰۃ کا نصاب شروع ہو گا جس کا نقشہ درج ذیل ہے -

تعداد گلہ	مقدار زکوٰۃ
۵ سے ۹ تک -	ایک بکری -
۱۰ سے ۱۴ تک -	۲ بکری -
۱۵ سے ۱۹ تک -	۳ بکری -
۲۰ سے ۲۴ تک -	۴ بکری -
۲۵ سے ۳۵ تک -	یک سالہ اونٹنی
۳۶ سے ۴۵ تک -	دو سالہ اونٹنی -
۴۶ سے ۶۰ تک -	تین سالہ اونٹنی -

۶۱ سے ۷۵ تک - چار سالہ اونٹنی -
۷۶ سے ۹۰ تک - دو دو سالہ دو اونٹنیاں -
۹۱ سے ۱۲۴ تک - تین تین سالہ دو اونٹنیاں -
۱۲۵ سے ۱۲۹ تک - ایک بکری اور تین تین سالہ دو اونٹنیاں
۱۳۰ سے ۱۳۴ تک - دو بکری اور تین تین سالہ دو اونٹنیاں -
۱۳۵ سے ۱۳۹ تک - ۳ بکری اور تین تین سالہ دو اونٹنیاں -
۱۴۰ سے ۱۴۴ تک - ۴ بکری اور تین تین سالہ دو اونٹنیاں -
۱۴۵ سے ۱۴۹ تک - یک سالہ اونٹنی ایک اور دو دو سالہ دو اونٹنیاں -
۱۵۰ تک - تین اونٹنیاں تین تین سالہ -

اگر گلّہ کی تعداد ان سے بڑھ جائے تو پھر از سرِ نو حساب لگایا جائے گا - اور تفصیل بالا کے مطابق دوبارہ حساب لگایا جائے گا - اونٹوں کی زکوٰۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو اونٹنی ہونی چاہیئے - البتہ اگر نر زیادہ قیمتی ہو تو درست ہے -

گائے بھینس کا نصاب

۸۸ - شرعاً گائے اور بھینس ایک ہی قسم کے جانور شمار ہوتے ہیں اس لئے ان کا نصاب بھی ایک ہی ہے علیحدہ علیحدہ نہیں ہے - اگر گائے بھینس دونوں موجود ہوں تو دونوں کو ملا کر نصاب دیکھا جائے گا - اور یہاں بھی اونٹوں کی طرح نر، مادہ، چھوٹے بڑے کی کوئی تفریق نہیں ہے صرف سائمہ (جنگل میں چرنے والے) ہونا ضروری ہیں - جس نصاب پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے -

تعداد گلّہ - مقدار زکوٰۃ
۱ سے ۲۹ تک - معاف ہے -
۳۰ سے ۳۹ تک - یک سالہ بچہ -
۴۰ سے ۵۹ تک - دو سالہ بچہ -
۶۰ سے ۶۹ تک - یک سالہ دو بچے -
۷۰ سے ۷۹ تک - یک سالہ ایک دو سالہ ایک -
۸۰ سے ۸۹ تک - دو سالہ دو بچے -
۹۰ سے ۹۹ تک - یک سالہ تین بچے -
۱۰۰ سے ۱۰۹ تک - دو سالہ ایک اور یک سالہ دو بچے -

غرض اسی طرح ہر تیس میں یک سالہ اور ہر چالیس میں دو سالہ بچہ واجب ہوتا ہے درمیانی کسر معاف ہے -

بھیڑ بکری کا نصاب

۸۹ - شریعت میں بھیڑ - بکری - دُنبہ سب ایک ہی جنس کے جانور شمار ہوتے ہیں - اس لئے اگر کسی شخص کے گلہ میں ان تینوں کو ملا کر بھی زکوٰۃ کا نصاب پورا ہو جائے گا تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے -

تعداد گلّہ - مقدار زکوٰۃ
۱ سے ۳۹ تک - معاف ہے -
۴۰ سے ۱۲۰ تک - ایک بکری یا بھیڑ -
۱۲۱ سے ۲۰۰ تک - دو بکری یا بھیڑ -
۲۰۱ سے ۳۹۹ تک - تین بکری یا بھیڑ -
۴۰۰ سے ۴۹۹ تک - چار 〃 〃 -
۵۰۰ سے ۵۹۹ تک - پانچ 〃 〃 -

اسی طرح ہر سینکڑہ پر ایک بکری یا بھیڑ واجب ہو گی اور سینکڑہ کے درمیانی کسر معاف ہے -

بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں نر و مادہ کی کوئی قید نہیں ہے - البتہ ہر جانور جو زکوٰۃ میں ادا کرے وہ ایک سال سے کم نہ ہو اور عمدہ و فربہ جانور دینے کو ترجیح دے -

گھوڑے اگر سائمہ ہوں اور نر و مادہ مخلوط رہتے ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہے - مالک کو اختیار ہے چاہے فی گھوڑا ایک دینار زکوٰۃ دیدے خواہ کل گھوڑوں کی قیمت لگا کر ۱/۴۰ حصہ زکوٰۃ میں ادا کرے -

گھوڑے اور خچر اگر تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے - البتہ اگر تجارت کے لئے ہیں تو ان کی قیمت پر سال گذرنے کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہو گی -

عُشر یعنی زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ

۹۰ - جو زمینیں کاشت ہوتی ہیں اور ان سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے شرعاً ان زمینوں کی دو قسمیں ہیں - (۱) عُشری - (۲) خراجی - عُشری وہ زمین ہے جو کافروں کا ملک فتح کر لینے کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے اور اس کی زمین غنیمت کے طور پر یا فدیہ کے طور پر مسلمانوں میں تقسیم کر دی گئی ہو، جب تک یہ زمین مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے گی عُشری ہی کہلائے گی - اور اس کی پیداوار میں مندرجہ ذیل زکوٰۃ واجب ہو گی -

۱ - اگر زمین بارانی ہو، کچّے کی ہو جس کے لئے پانی سینچنا نہ پڑے محض ہل چلا کر بیج بو دینے سے پیدائش ہو جاتی ہو - یا حکومت نہری پانی کی اُجرت آبپاشی کے نام سے وصول نہ کرتی ہو بلکہ مفت پانی ملتا ہو تو اس زمین کی پیداوار میں عُشر ۱/۱۰ حصہ واجب ہوتا ہے خواہ غلہ پیدا ہو، خواہ ترکاری خواہ پھل، خواہ میوہ، خواہ پھول سب میں دسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے - (زمین اور باغ دونوں کا حکم ایک ہی ہے) -

۲ - اگر زمین کو ڈھیلی، رہٹ وغیرہ سے سینچنا پڑے یا نہر کے پانی کی قیمت آبپاشی کی اُجرت کے طور پر علیحدہ دینا پڑتی ہو تو اس زمین میں نصف عُشر (۱/۲۰) واجب ہوتا ہے یعنی کل پیداوار میں سے بیسواں حصہ ادا کرنا واجب ہے -

۳ - اگر زمین بٹائی پر ہو تو کاشتکار اور زمیندار دونوں پر اپنے اپنے حصہ کی بٹائی کے برابر عُشر واجب ہو گا -

۴ - اگر زمین نقد ٹھیکہ پر دی گئی ہے تو پیداوار اٹھانے والے کاشتکار پر عُشر واجب ہو گا -

۵ - عُشری زمین سے اگر شہد نکالا گیا تو اس میں بھی عُشر واجب ہو گا - چاہے شہد کی مکھیاں پرورش کی گئی ہوں چاہے خود آ کر بیٹھ گئی ہوں -

۶ - اسی طرح اگر پہاڑ یا جنگل سے شہد حاصل کیا گیا ہو تو اس میں بھی عُشر واجب ہو گا -

۷ - اگر کچھ زمین بارانی ہو اور کچھ چاہی (کنواں کی) ہو تو پھر جو پیداوار زائد ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا - اگر عُشر ۱/۱۰ والی پیداوار زائد ہے تو عُشر واجب ہو گا اور اگر نصف عُشر ۱/۲۰ والی پیداوار زائد ہے تو عُشر واجب دیا جائے گا - اور اگر دونوں پیداوار برابر ہیں تو پھر فی من تین سیر کے حساب سے واجب ہو گا -

۸ - جو زمینیں مہاجروں کو کلیم میں ملی ہیں یا جو زمینیں مسلمانوں کے پاس وراثتہً باپ دادا سے چلی آتی ہیں جن کے متعلق یقیناً یہ بات معلوم نہ ہو کہ کسی غیر مسلم سے خرید کی گئی ہیں

(باقی صفحہ ۶ پر)

خیر و برکت کی محفل

ہمارے محترم بھائی حاجی بشیر احمد صاحب کی شادی خانہ آبادی مورخہ یکم اکتوبر ۶۷ء باغ فقیریہ ضلع راولپنڈی میں ہوئی۔ نکاح حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ نے پڑھا۔ نکاح کے بعد حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی جو افادۂ عام کے لئے پیش خدمت ہے۔

احقر محمد عثمان بی۔اے۔

الحمد لله وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔ گرامی قدر حضرت صاحب دامت برکاتہم واحباب۔ سیرت کی بعض کتابوں میں موجود ہے کہ یمن کے ایک بادشاہ نے جس کا لقب تُبّع تھا۔ خطۂ حجاز پر ملک ہوس گیری کی نیت سے حملہ کیا۔ علاقے کے بعض حصوں کو فتح کرتا ہوا جب مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا۔ (جو اس وقت متفرق مکانات کا مجموعہ تھا اور یثرب کے نام سے مشہور تھا) تو ایک رات اسے خواب میں متنبہ کیا گیا کہ وہ اس بستی پر حملہ نہ کرے اس لئے کہ اس بستی میں آخری اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلوہ افروز ہونا ہے۔ چنانچہ تبع نے اس الادے سے رکتے ہوئے کہا۔

اوحی الی نصیحۃ کی ازدجر

عن قریۃ مھجورۃ لمحمد (یا مھجورۃ)

واپس جانے سے پہلے اس بستی میں ایک مکان اس نیت سے تیار کروایا کہ جب سرتاج الرسل و الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو اس میں نزول اجلال فرمادیں۔ زمانہ گذرتا گیا مکان کی حیثیت بدلتی گئی مگر جگہ نہ بدلی اور وہ منتقل ہوتے ہوتے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں پہنچ گئی۔ جب آپ نے یثرب کو مدینہ منورہ کی حیثیت دی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ”میری اونٹنی جس پر میں سوار ہوں اس کو جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں بیٹھ جائے گی اور میں بھی اسی جگہ کو اپنا مستقر بنا لوں گا چنانچہ ناقہ مبارکہ اسی مکان کے سامنے بیٹھ گئی جو تبع نے صدیوں پہلے بنایا تھا جو اب دار ابی ایوب کہلاتا تھا۔ عرض کرنے کا مطلب ہے کہ کسی برکت اور رحمت کے نزول کے لئے پہلے سے تیاری کرائی جاتی ہے جیسا کہ آج کا یہ دن کس قدر با برکت اور اس علاقے کے لوگوں کے لئے باعث رحمت ہے کہ بالکل مختصر سی بستی میں جہاں مجھ جیسے کسمند کسی مادی غنیمت پر بھی آنے کو آمادہ نہ ہوں وقت کے ولی کامل جانشین شیخ التفسیر مدظلہ نے اس بستی کو اپنے قدموں سے مشرف فرمایا۔ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ مولوی عبدالواحد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ دختر بلند اختر عطا فرمائی جس کی سعادت مندی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ آج اس کا نکاح نوجوان صالح حاجی بشیر احمد صاحب سے ہو رہا ہے۔ اس نکاح کی مجلس میں امام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین نہ صرف تشریف فرما ہیں بلکہ نکاح خوانی بھی انہوں نے ہی کی۔

بزرگو آج کی دنیا میں نکاح بیوپاری طرز پر کیا جاتا ہے لڑکا چاہتا ہے مالدار گھر ملے۔ لڑکی بی اے، ایم اے ہو شادی سے پہلے بھی اور شادی کے بعد بھی ملازمت کرے گھر کے سارے اخراجات پورے کرے۔ خسر صاحب جہیز بھی کافی دیں اور ان کی موت پر ترکہ میں سے حصہ بھی کافی ملے۔ ادھر لڑکی والوں کا یہ خیال رہتا ہے کہ لڑکا ایسا ملے ماں باپ دونوں نہ ہوں نہ بہین نہ بھائی فرد واحد ہو اونچا ملازم ہو۔ کار اور کوٹھی والا ہو بس ہم اس پر حکمران ہو جائیں (الا ماشاء اللہ) حالانکہ اسلام میں نکاح عبادت ہے۔ اس لئے اس کا مسجد میں پڑھا جانا سُنت ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نفلی نماز سے نکاح کرنے کا زیادہ ثواب ہے کہ نکاح میں خیالات پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ نکاح نہ صرف انسانی زندگی کا ایک عمل ہے بلکہ یہ سنت الانبیاء ہے۔ ہر نبی علیہ السلام نے نکاح کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد نکاح فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اولاد عطا فرمادیں گے۔ صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام کنوارے رہے۔ اس لئے اس کو بطور عبادت کے کرتے ہوئے دین کو زیادہ ترجیح دی جائے جیسا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

”عورت کے ساتھ بعض لوگ
اس کی خوبصورتی کے پیش نظر
نکاح کرتے ہیں اور بعض اس
کے حسب و نسب کے پیش نظر
اور بعض دین کے پیش نظر۔
پس تو دیندار کو پسند کر کے
کامیاب ہو جا۔“

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے پیش نظر نکاح کو کامیابی قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ مال، جمال اور حسب و نسب تو اس تعلق کو کامیاب نہیں کر سکتے۔ جمال اور خوبصورتی کسی حادثے اور بیماری کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ مال کا بھی یہی حال ہے کوئی آفت آ جائے تو ختم، اور حسب و نسب بھی اسی وقت مفید رہتا ہے جب دین ہو بعض حسب اور نسب کو مٹی میں ملانے والے بھی دیکھے جاتے ہیں۔ البتہ دین وہ نعمت ہے جو لازوال ہے۔ میاں اور بیوی دونوں دیندار ہوں تو وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ط کا سماں بندھ جاتا ہے۔ اس نکاح میں اسی دین کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ دولہا میاں کی دینداری اسی سے ہویدا ہے کہ اللہ کے ایک ولی کی خدمت میں اپنا آرام اور وقت قربان کر رہے ہیں۔ دولہن کے والدین کی دینداری اسی سے ظاہر ہے کہ اتنے دور دراز بغیر کسی دنیاوی لالچ اور طمع کے اللہ واسطے اپنی لخت جگر ان کے عقد میں دے دی جس کی وجہ سے بڑی علامت یہ ہے کہ حق مہر وہی مقرر فرمایا جو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر سیدۃ النساء اہل الجنۃ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے یعنی پانچ سو درہم جو پاکستانی سکہ کے حساب سے ایک سو تنتیس روپے سوا پانچ آنے بنتے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں
درسِ قرآن

منعقدہ ۲۶ مارچ ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

دیکھیے اب ہم رخصتیں مانگتے ہیں، چھوٹیں مانگتے ہیں، اور صحابہ کی یہ شان ہے۔ دیکھا ایمان بڑھایا کہ گھٹایا؟ جب یہ سنا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط جب یہ بات سنی تو صحابہ کے دل میں شوق پیدا ہوا، کہ جب ہمارا رب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل کرتا ہے۔ ہمیں بھی حکم دیتا ہے، تو ہم کیوں نہ امام الانبیاء پر اللہ تعالیٰ کے ہاں درود پڑھیں۔ تو صحابی میں یہ شوق پیدا ہوا۔ کہ اس کے لئے کوئی تعداد مقرر نہ کی جائے۔ بلکہ آپ اگر اجازت دیں تو میں سارا دن درود شریف پڑھتا رہوں۔

دوسرے صحابی حاضرِ خدمت ہوتے ہیں "اللہ کے نبیؐ! مجھے قرآن سے بڑی محبت اور پیار ہے" فرمایا کہ "ٹھیک ہے مہینے میں ایک ختم کر لیا کر"۔ ایک پارہ روز۔ عرض کرتا ہے "اللہ کے نبیؐ! میں اس سے زیادہ چاہتا ہوں" فرمایا "اچھا ساتویں دن کر لیا کر" عرض کیا "اللہ کے نبیؐ! نہیں میں اس سے بھی زیادہ چاہتا ہوں"۔ فرمایا کہ "اچھا تین دن میں کر لیا کر۔ دس پارے روز پڑھ لیا کر"۔ ٹھیک ہے یہ تیرے لئے کافی ہے تو صحابی نے قرآن مجید زیادہ پڑھنے کی درخواست کی، یا کم کرنے کی درخواست کی؟ عرض کیا "اللہ کے نبیؐ! میں زیادہ چاہتا ہوں" صحابی کی زندگیاں میرے بزرگو! ہمارے سامنے ہیں۔ یہ قرآن مجید کے اولین مخاطب تھے، اور ان کے بارے میں قرآن مجید نے ہمیں، صاف فرمایا۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا اگر دنیا والے ایسا ایمان لائیں، جیسا ایمان ہے صحابہ کرام کا، پھر تو وہ ہدایت پر ہیں۔ پھر دوسری جگہ فرمایا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ ہیں، وہ تمہارے لئے مشعل راہ ہیں۔ تمہارے لئے راہنما ہیں۔ صحابہ کرام کا ایمان بڑھا قرآن سن کر یا ایمان گھٹا؟ صحابہ نے تو میرے بزرگو! وہ وہ باتیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں، جن کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے۔

ایک صحابی ہیں ہمارے، ذوالبجادین ہے ان کا لقب، ذوالبجادین، وہ بجدوں والے۔ بجد کہتے ہیں کمبل کے ٹکڑے کو۔ ذوالبجادین وہ صحابی جس نے دو کمبل کے ٹکڑے پہنے تھے، جب مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ اس وقت تک یہ مسلمان نہیں تھے۔ باپ ان کا فوت ہو چکا تھا۔ یتیم تھے۔ چچے نے یتیمی کی حالت میں تربیت کی اور بڑا مال وغیرہ انکو اللہ تعالیٰ نے دیا۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، امام الانبیاء واپس تشریف لے گئے مدینہ منورہ۔ تو اپنے چچے سے کہا کہ اب میں تو اسلام قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں تو ضرور اسلام قبول کرتا ہوں، چنانچہ اسلام قبول کر لیا (بظاہر) ابھی تک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں پہنچے، چچے نے انتقامی طور پر جتنا مال تھا سب لے لیا۔ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ آپ کے بدن کے کپڑے بھی اتار لئے، تو ذوالبجادین بالکل ننگے اپنی ماں کے پاس پہنچے۔ بیوہ ماں کے پاس۔ ماں نے بھی ڈانٹا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ عرض کیا اماں جی! میں تو اسلام قبول کر چکا ہوں اب میرے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچوں۔ مجھے کوئی نہیں روک سکتا"۔ ماں نے ترس کھا کر ایک کمبل دے دیا کہ اچھا ہمارے پاس صرف تیرے لئے ایک کمبل ہے۔ اگر تو یہی کرنا چاہتا ہے تو میں تجھے صرف ایک کمبل ہی دیتی ہوں۔ کہ تو اپنا بدن ڈھانپ لے، تو ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمبل کے دو ٹکڑے کر لئے ایک کا تہبند سا بنا لیا، اور ایک اوپر اپنے بدن پر ڈال لیا۔ اور پیدل چل پڑے مدینہ منورہ۔ یہ کیا تھا؟ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ۔ آج مسلمان سرمائے کو اساس سمجھتا ہے دین کی۔ میرے بزرگو! دین پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔ جب ہماری حالتِ عمل ٹھیک ہو جائے تو ہماری نگاہوں سے، ہماری زبان سے ہمارے خطوط سے، ہمارے رسالوں سے، ہماری بول چال سے بھی غیر مسلم اسلام قبول کر سکتے ہیں۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ہماری اپنی حالت کمزور ہے۔ عملی حالت ہے ہی نہیں سے ہماری، ہم دوسروں کو کیا دعوتِ اسلام دیں۔

ذوالبجادین پیدل چلتے ہیں مکہ مکرمہ سے اس زمانے میں چودہ سو سال پہلے۔ آپ اندازہ لگائیں، کہ وہ راستہ کیسا ہوگا۔ نہ موٹر، نہ ہوائی جہاز، نہ اونٹوں کے ایسے قافلے، نہ گھوڑے، کچھ بھی نہیں۔ وہ زمانہ چودہ سو سال پہلے، چلتے چلتے رات کو پہنچتے ہیں۔ مسجد نبوی میں، کافی دنوں کی مسافت طے کی۔ پاؤں پر آبلے پڑے ہوئے ہیں۔ بدن خشک ہو چکا ہے، سفر کے تھکے ماندے ہیں، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صبح جب مسجد میں تشریف لاتے، اس وقت مسجدوں کے یہ دروازے وغیرہ تو نہیں تھے، حضورؐ کی مسجد تو عموماً کھلی رہتی تھی، (صلی اللہ علیہ وسلم کی) دیکھا ذوالبجادین، ایک ستون کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، تشریف لائے، پوچھا "کیسے آئے"؟ عرض کی "اللہ کے نبیؐ! آپ کے تو تصدق ہو کر حاضر خدمت ہوا ہوں، فقیر و مسافر ہوں، عاشقِ جمال اور طالب ہدایت ہوں، مجھے مسلمان کیجئے۔ مسلمان تو ہو چکا ہوں مگر اس اسلام کو چاہتا ہوں، جس اسلام میں آپ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ پہنچے، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت ذوالبجادین کو مسلمان کیا۔ مسلمان ہو گئے، اصحاب صُفّہ میں شامل ہو گئے، مگر تڑپ کیا تھی؟ میں عرض کر رہا ہوں زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ——— ایمان کیسے بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ نہیں ہے۔ کہ اب جی میں مسلمان ہو چکا ہوں، مجھے کوئی ملازمت دلا دیجیے، کوئی باغ دلا دیجیے، میں اب مسلمان ہو گیا ہوں، تنخواہ دی کرا دیجیے ——— نہ۔ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے۔ رات دن تعلیمات، اتنے میں غزوہ تبوک کی نوبت آ گئی۔ فتح مکہ کے بعد جو غزوات ہوئے ہیں، وہ تو غزوہ تبوک ہی بڑا غزوہ ہے۔ ذوالبجادین کے متعلق بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ وہ بڑے غمناک رہتے تھے، کسی نے پوچھا "بھائی کیوں زیادہ غمناک ہو"؟ تو کہا کرتے تھے۔ کہ بھائی غمناک تو اس سے ہو رہا ہوں کہ مجھے اس وقت ایمان کی دولت نصیب ہوئی، جب غزوات ہی سارے ختم ہو چکے۔ میں تو چاہتا تھا کہ کسی غزوہ میں شریک

ہوتا اور شہید ہو جاتا، میرے اسلام لانے کا اپنا منشا، اور میری غرض یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد مجھے وہ دولت ملے، جس دولت کے لئے بڑے بڑے صحابہ کرام متجسس ہیں، اور درخواستیں کرتے ہیں۔ چنانچہ غزوہ تبوک کی جب نوبت آئی (یہ آخری غزوہ ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا، جس میں تمام اس علاقے کے عیسائی اور یہودی اکٹھے ہو چکے تھے، اسلام کے خلاف تبوک کے مقام پر جو مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو میل دور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی، امام الانبیاءؐ نے اس کے لئے چندہ وغیرہ بھی جمع کیا) ذوالبجادینؓ حاضر خدمت ہوئے، اللہ کے نبی! میں بھی تو جاؤں گا (سب صحابہ چلے گئے تھے) "حضور! میں بھی تو جاؤں گا" فرمایا "ہاں بے شک سب چلیں گے" عرض کرتا ہے "اللہ کے نبیؐ! لیکن ایک بات ہے حضورؐ، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپؐ میرے لئے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے غزوہ تبوک میں شہادت نصیب فرما دیں۔"

بقیہ: خیر و برکت کی محفل

ہیں۔ ہمارے شیخ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ وہ نکاح نہ پڑھایا کرتے تھے جس میں مہر فاطمی مہر سے زیادہ ہوتا۔ آپ کی اپنی لخت جگر کا حق مہر بھی اتنا ہی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مہر فاطمی رکھنے میں یہ نیک فال لیا جاتا ہے کہ میری بچی اس زندگی کو پائے جس میں حضرت فاطمہؓ کی برکات اور حسنات ہوں۔ الحمد للہ آج یہ بابرکت تقریب کئی سعادتوں پر مشتمل ہے۔ جس سے نہ صرف طرفین کی دنیاوی خوشی اور مسرت ہے بلکہ دونوں خاندانوں میں روحانی اور دینی سلسلہ جو پہلے سے استوار تھا مزید تقویت حاصل کر سکے گا۔

و اللہ الموفق۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

کئے جائیں گے۔ بس پھر کیا تھا خدا نے زمین کی سوتیں کھول دیں، آسمان سے پانی برسایا، ڈیڑھ سو دن تک پانی کی باڑھ زمین پر رہی اور پانی زمین پر بے حد بڑھ گیا۔ اونچے اونچے پہاڑ جو آسمان سے نیچے ہیں پندرہ پندرہ ہاتھ پانی ان کے اوپر چڑھ گیا۔ نتیجۃً ہر ایک جاندار جو خشکی پر تھا اور کل انسان مر گئے سوائے نوح علیہ السلام اور ان کے تابعداروں کے جو کشتی پر سوار ہو گئے تھے اور کوئی متنفس نہ بچ سکا۔

قوم ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا اور صالح علیہ السلام کی تمام نصیحتوں کو پس پشت ڈال دیا اور ان کی باتوں کا مضحکہ اڑایا اور شعائر اللہ کی توہین کی تو قہر خداوندی حرکت میں آ گیا۔ اور بجلی کی چمک، کڑک اور زلزلے کے عذاب نے ثمودیوں کو آ پکڑا اور رات بھر میں سب کو تباہ کر ڈالا۔ اور آنے والے انسانوں کے لئے عبرت کی ایک مثال قائم کر دی۔ غرض اسی طرح جن قوموں اور امتوں نے قانون الٰہی سے روگردانی کی، پیغمبروں کی تعلیم کو جھٹلایا اور شعائر اسلامی کی توہین کی تہس نہس کر دی گئیں اور دنیا سے ان کا نشان مٹا دیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت تک اب کوئی نیا نبی پیدا ہونے والا نہیں اور نہ کوئی کتاب یا شریعت یا ضابطۂ عمل ہی اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا ہے اس لئے صرف کتاب و سنت کی روشنی انسانیت کی فلاح کے لئے مشعل راہ اور ہادئ منزل ہو سکتی ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند قدوس نے لے رکھا ہے۔ پس جو شخص کتاب و سنت کی روشنی میں منزل طے کرے گا دونوں جہاں میں کامیاب و بامراد ہو گا اور جو ان کو مٹانے کے درپے ہو گا خود مٹ جائے گا اور دونوں عالم میں خائب و خاسر اور نامراد ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب و سنت کے دامن میں پناہ لینے، ان کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کرنے اور ان کی روشنی میں زندگی گذارنے کی توفیق عطا کرے اور ان کی مخالفت سے بچائے۔ آمین!

بقیہ: اداریہ

زائد تکبیروں کے دو رکعتیں نماز واجب کی نیت سے ادا کریں۔ پھر چونکہ اسلام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس دن ہر طبقہ کے مسلمان خوش ہو کر بے فکری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا مظاہرہ کریں اور درس اخوت کو دہرائیں اس لئے ہر کھاتے پیتے مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرے اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو بھی عید کی خوشی میں شریک کرے۔ یعنی صدقۂ فطر پونے دو سیر گیہوں کا آٹا مساکین کو خیرات دے اور جو بچے نابالغ ہوں ان کی جانب سے بھی یہ صدقہ دیا جائے تاکہ ہر غریب آدمی اور اس کے بچے اس دن پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں اور پوری مسلم قوم کا کوئی بچہ بھی عید کے دن بھوکا نہ رہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص باوجود استطاعت کے یعنی صاحب نصاب ہوتے ہوئے بھی اپنی اور اپنی نابالغ اولاد کی جانب سے صدقۂ فطر ادا نہیں کرتا اس کے روزے قبولیت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا اجتماعی شکریہ ادا کرنے کی غرض سے صبح کی نماز کے بعد غسل کرنے اجلے کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے کے بعد سب مسلمانوں کو عیدگاہ جانا چاہئے کیونکہ اس دن صبح ہی سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے آبادیوں کی گلیوں اور کوچوں کے سرے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگو! اپنے پروردگار اور اپنے پالنہار کی عبادت کے لئے چلو جو تھوڑی عبادت قبول کر لیتا ہے اور تھوڑی عبادت کے بدلے میں اجر و ثواب بہت دیتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور چونکہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی عبادت اور عظمت کے مظاہر کا ہے اس لئے گھر سے نکلتے ہی عیدگاہ کے راستے میں مسلمان تکبیر پڑھتے ہوئے جائیں۔ تکبیر کے الفاظ اس طرح ادا کئے جائیں ——

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد یعنی اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور بہت بزرگ ہے اور ہر قسم کی خوبیوں اور تعریف کا وہی مستحق ہے۔

آخر میں ہماری درخواست ہے کہ عید ایک اسلامی تہوار ہے اور اسے اسی اسلامی شان کے ساتھ منایا جانا چاہئے جو اسلامی تہواروں کا طرۂ امتیاز ہے۔

بقیہ: درس حدیث

محبت ہے اسے چاہئے کہ وہ آگے کے لئے بھیجے وہی حقیقت میں اس کا ہو گا۔ جو رہ جائے گا وہ ورثاء کا ہو گا۔

غرضیکہ جو مال شریعت کے مطابق جمع کیا جائے اور شریعت کے مطابق خرچ کیا جائے وہ اچھی چیز ہے۔ قرآن کریم میں ایسے مال اور ایسی دولت کو فضل، خیر جیسے اچھے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور جو دولت غیر شرعی طور پر کمائی جائے اور غیر شرعی امور پر صرف کی جائے وہ دولت مذموم اور ملعون ہے۔

(بچوں کا صفحہ)

روزے کے فائدے

ابوالریاض، بہاولپور

دنیاوی فائدے

- صبح سویرے اٹھنے کی عادت پڑتی ہے۔
- وقت پر کھانے سے بسیار خوری رکتی ہے۔
- معدے کو تقویت پہنچتی ہے۔
- موٹاپا دور ہوتا ہے۔
- خون کا دباؤ درست ہو جاتا ہے۔
- ہم آہنگی اور مساوات پیدا ہوتی ہے۔
- بھوک بڑھتی ہے اور بیماری گھٹتی ہے۔
- روزہ سے ایک قسم کی ورزش ہو جاتی ہے
- محنت اور عمل کے لئے زیادہ وقت ملتا ہے۔
- اعتماد اور استقلال پیدا ہوتا ہے
- رزق میں کشائش اور خرچ میں کفایت ہوتی ہے۔
- جفاکشی کی عادت پڑتی ہے۔
- سستی دُور ہوتی ہے، چستی آتی ہے۔
- اندرونی اعضاء کو تقویت پہنچتی ہے
- دل اور مضبوط ہوتا ہے۔
- گناہ کا بازار بند ہو جاتا ہے۔
- نیکی کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔
- سنگدلی دُور ہوتی ہے اور نرم مزاجی آتی ہے
- مساجد کی رونق بڑھ جاتی ہے۔
- جماعتی نظام قائم ہو جاتا ہے۔
- بھوک پیاس کا احساس ہوتا ہے۔
- بُرائی سے نفرت اور نیکی سے محبت ہوتی ہے۔
- طبیعت مرنجاں مرنج بن جاتی ہے۔
- صبح کی بیداری سے جوشِ عمل بڑھتا ہے
- کاروبار میں فکر پیدا ہوتا ہے۔
- مجاہدانہ جذبہ بیدار ہوتا ہے۔
- حسن سلوک کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
- ظاہر اور باطن پاک رہتا ہے
- بلغمی امراض کے لئے روزہ بے حد مفید ہے۔
- جسم سے زہریلا مادہ خارج ہو جاتا ہے۔
- کئی بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔
- خواہشات پر قابو پانا آتا ہے۔
- افطاری کے وقت خوشی حاصل ہوتی ہے۔
- صبر و ضبط کی عادت پڑتی ہے۔
- حسن عمل اور ضبطِ نفس کا ذریعہ ہے۔
- دوسروں سے بھلائی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے
- مادی قوت کمزور ہوتی ہے۔
- کثافت گھٹتی ہے، روحانیت بڑھتی ہے۔
- مصائب برداشت کرنے کی عادت پڑتی ہے۔
- صبر و شکر نصیب ہوتا ہے۔

دینی فائدے

- خدا کا ایک فریضہ ادا ہوتا ہے۔
- حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔
- روزے میں ہر نیکی کتنی ہزار درجے بڑھتی ہے۔
- روزہ معرفت الٰہی اور روحانیت پیدا کرتا ہے۔
- تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔
- جذبۂ جہاد کو تقویت پہنچتی ہے۔
- قرآن خوانی اور قرآن فہمی کی برکت نصیب ہوتی ہے۔
- گناہ ڈھل جاتے ہیں، عمل بڑھ جاتے ہیں۔
- ملائکہ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے
- خدا کے ساتھ خاص تعلق پیدا ہوتا ہے۔
- اعتکاف کی برکت حاصل ہوتی ہے
- نفلی عبادت سے فرض کا ثواب ملتا ہے۔
- فرض عبادت کا ثواب ستر گنا بڑھتا ہے۔
- خدا کے مہمان کی خاطر مدارات ہوتی ہے
- روح بیدار ہوتی ہے، نور آتا ہے۔
- دل کی کثافت دُور ہوتی ہے۔
- روزہ گناہ کی ڈھال ہے۔
- شیطان کا حملہ ٹوٹ جاتا ہے۔
- توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
- نماز اور خیرات کی عادت پڑتی ہے۔
- خدا کی رحمت سے خاص حصہ ملتا ہے۔
- روزہ دار خدا کو اپناتا ہے، خدا اس کا بن جاتا ہے۔
- روزہ انسان کو متقی بناتا ہے۔
- روزہ رحمت، بخشش اور نجات کا باعث ہے۔
- تزکیہ باطن ہوتا ہے۔
- دعا قبول ہوتی ہے۔
- بخشش نصیب ہوتی ہے۔
- روزہ ایک خالص اور بے ریا عبادت ہے۔
- حیات ابدی ملتی ہے۔
- روحانیت بڑھتی ہے۔
- قلبی طمانیت ملتی ہے۔
- آنکھ، کان اور زبان گناہ سے بچتے ہیں
- احتساب کرنا آتا ہے۔
- اجتماعی عبادت سے لذت آتی ہے۔
- انفرادی عبادت کا زیادہ موقعہ ملتا ہے۔
- لیلۃ القدر نصیب ہوتی ہے۔
- عیدالفطر اور عید کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔
- تراویح کا ثواب ملتا ہے۔
- قیام اور صیام کی برکت نصیب ہوتی ہے۔
- بال بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اُخروی فائدے

- روزہ بخشش کا سبب ہوگا۔
- روزہ بہشت کا ضامن ہوگا۔
- جنت کے دروازہ ریان سے داخلہ ملے گا۔
- روزہ قیامت کے دن شفاعت کریگا۔
- روزہ دار کو عرش کے نیچے کھانا ملیگا۔
- قبر کے حساب سے نجات ملے گی۔
- روزہ دار خدا کی خاص جزا کا مستحق ہوگا۔
- قیامت کے دن روزے سے شفیق کوئی چیز نہ ہوگی۔
- روزہ دوزخ کی آگ کی ڈھال ہوگا۔
- روزہ عالم مثال میں مجسم بن کر شفاعت کرے گا۔
- خدا کا جلوہ نصیب ہوگا۔



یہ حکم ہے خدائے رحیم و کریم کا
روزہ رکھو، نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۶۷۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۲-۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا